© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

آج انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ یوں کہنے کو تو وہ مذہب، انسانیت، اخلاق اور شرافت ان میں سے ہر چیز کا نام لیتا ہے اور اپنے کسی فعل کے جواز کے لئے ان سے استدلال کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُس کے دل ودماغ اور جذبہ وعاطفہ پر سیاست کا غلبہ اس درجہ شدید ہے کہ ان میں سے ہر چیز اُس کی مغلوب ہے اور وہ اخلاق، انسانیت اور شرافت کو اپنے کسی خود غرضانہ مقصد کے لئے محض ایک آلۂ کار کے طور پر استعمال کرتا ہے، اس طریقِ کار سے بہت ممکن ہے اُس کا مقصد حاصل ہو جائے اور وہ دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اپنا اُلو سیدھا کر لے لیکن فطرت کا قانون یہ ہے اور دنیا کی پوری تاریخ اس کی گواہ ہے کہ اس کامیابی کو قرار ودوام نہیں ہوتا، مختلف عناصر میں کشمکش برابر جاری رہتی ہے اور مغلوب عناصر کو جب موقع ملتا ہے اُس کامیابی کو سخت ترین ناکامی ونامرادی میں بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ اب جو مفتوح ہوتا ہے وہ فاتح بن جاتا ہے اور غالب کو اپنے چند روزہ غلبہ و اقتدار کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر سیاست اخلاق اور شرافت وانسانیت کے دواعی و محرکات کے زیرِ اثر اور اُس کے ماتحت ہو تو اقتدار اور غلبہ اس صورت میں بھی حاصل ہوتا ہے لیکن یہ اقتدار چونکہ بقائے اصلح (Survival of fittest) کے فطری قانون کے مطابق ہوتا ہے اس لئے اس میں پائداری اور استواری ہوتی ہے اور یہ اقتدار اور غلبہ صرف جسم پر نہیں ہوتا بلکہ متعلق اشخاص وافراد کے دل ودماغ اور اُن کے فکر وخیال پر ہوتا ہے، یہ اقتدار کی پائداری فطرت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف سے انعام ہوتی ہے اُن قربانیوں کا جوایک انسان کو اخلاق اور انسانیت کی راہ میں اپنے خود غرضانہ اور پست جذبات پر قابو رکھنے کے سلسلہ میں ادا کرنی ہوتی ہیں، اس راہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اُس سے کوئی غلطی ہوگئی ہے یا اُس نے کسی کے ساتھ نا انصافی اور ظلم کا معاملہ کیا ہے تو وہ کسی منفعتِ عاجلہ کی توقع پر نہ اُس کو چھپاتا ہے اور نہ اُس کی تاویل کرتا ہے بلکہ پہلے اپنے دل میں خود وہ اُس پر نادم اور پشیمان ہوتا ہے اور پھر زبان سے برملا اس کا اعتراف اور اقرار کرتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے دشمنوں پر اخلاقی فتح حاصل ہوتی ہے اور ساتھ ہی اُس سے جو غلطی اور نا انصافی ایک مرتبہ سرزد ہوگئی تھی اُس کا اعادہ نہیں ہوتا اور اس طرح وہ خود اور دوسرے لوگ جن کو اُس سے واسطہ پڑتا ہے دونوں امن واطمینان اور اعتماد و اعتبار کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

ہماری منحنی اور کمزور مگر لاکھوں مظلوم ستم رسیدہ انسانوں کی ترجمان آواز اگر حکومت کے عالیشان ایوانوں اور اکثریت کے کانوں تک پہونچ سکتی ہے تو ہم انتہائی درد و کرب اور سوز و گدازِ قلب کے ساتھ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ پچھلے دنوں بنگال کے مشرقی اور مغربی علاقوں میں وحشت و بربریت اور درندگی کا جو ننگا ناچ ہوا اور جس کی وجہ سے دونوں جگہ اقلیتوں کے سر پر قیامت گذر گئی اُس کی ٹیس دونوں حکومتوں اور اُن کی اکثریتوں کو اپنے دل میں محسوس کرنی چاہیے تھی، اُن کا انسانی اور اخلاقی فرض تھا کہ وہ اُس پر نادم اور منفعل ہوتے اور بلا کسی جھجک اور خوف کے اس کا اعتراف و اقرار کرتے اور پھر جو کچھ اُن کے بس میں تھا اُس سے تلافی مافات کی مخلصانہ کوشش کرتے، پاکستان کی حکومت کا ہر افسر اور وہاں کا ہر مسلمان اور اسی طرح ہندوستان کی گورنمنٹ کا ہر وزیر و کارکن اور یہاں کا ہر ہندو یہ محسوس کرتا کہ ہر ملک کی اقلیت اُس کے ہاتھوں میں قدرت کی ایک امانت ہے اور اس بنا پر اُس کی حفاظت اور اُس کی عزت و ناموس کی بقا اُس کا فرض ہے، اب اگر اُن پر یہ آفت آئی ہے تو یہ ادائے فرض میں ان کی بہت بڑی کوتاہی ہے اور سچے دل سے انہیں اس کی مکافات کرنی ہے اور اس کا عملاً ظہور اس طرح ہوتا کہ حکومتیں ستم رسیدہ انسانوں کی چارہ سازی کے لئے اپنے خزانوں کا مُنہ کھول دیتیں اور اکثریت کا ایک ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرد اُن کی امداد کے لئے پیش قدمی کرتا، اگر یہ سب کچھ ہوتا تو سوچئے اس کے اثرات کتنے دور رس اور نتیجہ خیز ہوتے؟ جو ملک بھی ایسا کرتا دنیا کی نظروں میں اُس کا مقام اونچا ہو جاتا اور بین الاقوامی مجلس میں امریکہ اور برطانیہ جیسی حکومتوں کے دل اس کے رام بن جاتے اور ان اخلاقی فتوحات کا اُس کے سیاسی مقام پر کیسا کچھ خوشگوار اثر نہ ہوتا! جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے آج گاندھی جی ہمارے درمیان میں نہیں ہیں، اگر وہ زندہ ہوتے تو بے شبہ یہی کرتے۔ انھوں نے اپنی سیاسی زندگی کی طویل تاریخ میں اخلاق اور انسانیت کے اقدارِ عالیہ کو کبھی سیاست کا محکوم اور اُس کے تابع نہیں ہونے دیا۔ جب کبھی اُن سے یا کانگریس سے غلطی ہوئی انھوں نے برملا اُس کا اعتراف کیا اور ہر ممکن طریقہ سے اُس کی عملاً تلافی کی، وہ اپنے اور کانگریس کے ہر اقدام کو دل کی صفائی اور ارادہ و نیت کی پاکبازی کے ساتھ پہلے اخلاقی قدروں کی کسوٹی پر پرکھتے تھے اور پھر اُس کے متعلق ایک فیصلہ عزم و قوت سے کرتے تھے، اسی کا نام اُن کے ہاں "سچائی" تھا جس کا بار بار وہ ذکر کرتے اور اُس پر زور دیتے تھے، گاندھی جی کے بہت سے ساتھیوں کو اُن کے اس غیر مشروط اعترافِ جرم و گناہ پر حیرت اور بعض وقت زحمت و کلفت بھی ہوتی تھی، مگر وہ اپنے ضمیر کی آواز کو کبھی سیاست کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھانے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے، آخر کار یہی سچائی گاندھی جی کا وہ سب سے بڑا ہتھیار ثابت ہوا جس سے انھوں نے دو صد سالہ غلامی کی زنجیروں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا، اور صرف یہی نہیں بلکہ ملک کا مرتبہ و مقام ساری دنیا میں اونچا کر دیا۔ پس اگر فطرت کا قانون اٹل ہے اور جلد یا بدیر اُس کا ظہور ضرور ہوتا ہے۔ اور حقیقت ہمیشہ حقیقت ہے جو سیاست کی ملمع سازی سے فنا نہیں ہو سکتی تو سچائی کا جو ہتھیار حصولِ آزادی کے لئے سب سے زیادہ مؤثر اور کارگر ثابت ہوا بے شبہ آج بھی جبکہ آزادی کو برقرار رکھنے کا اور ملک کے استحکام و سالمیت کا سب سے بڑا اور اہم سوال درپیش ہے وہی ہتھیار اور وہی اصولِ حیات سب سے زیادہ مؤثر اور کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔

اب دیکھئے ہونا کیا چاہئے تھا اور ہو کیا رہا ہے۔ سرحد کے اِدھر اور اُدھر ہزاروں انسان گھر سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے گھر ہو گئے۔ لُٹ گئے، برباد ہو گئے، سیکڑوں بچے یتیم بن گئے، سیکڑوں عورتوں کا سہاگ لُٹ گیا، ان کی آہ وفغاں سے فضا دُخان زار بن گئی، انسانیت نے اپنا سر پیٹ لیا، شرافت کی پیشانی شرم سے جُھک گئی اور شرف ومجدِ نوعِ انسانی کی قبائے عظمت تار تار ہو گئی، مگر باایں ہمہ یہاں اور وہاں عام فضا کیا ہے؟ اور ان زہرہ گداز حوادث وواقعات کا ردِعمل حکومت اور اکثریت پر کیا ہوا ہے؟ بس! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جلے اور جھلسے گھروں سے دھوئیں کے بادل اُٹھے مگر کسی کی اُن پر نظر نہیں پڑی، تڑپتی ہوئی لاشوں اور یتیم بچوں کی چیخوں سے فضا گونج اُٹھی لیکن کسی نے نہیں سُنی، برباد شدہ انسانوں کے کارواں در کارواں سامنے سے گذر گئے مگر کسی نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ انسانیت چیخی چلائی اور روئی پیٹی لیکن کسی کو ادھر دھیان نہیں ہوا۔ اور پھر توجہ ہوئی بھی تو اس شان سے کہ ایک دوسرے کو الزام دینے لگا، گویا دوسرے کا خون آلود دامن تو اسے نظر آ گیا، لیکن خود اُس کے دامن پر کتنے دھبے ہیں؟ یہ بالکل دکھائی نہیں دیا، دوسرے کی جرم کوشیوں کو اُس نے اُچھالا اور اُن کی تشہیر کی، اور اپنی جرم کوشیوں کو اپنی غفلت و کوتاہیوں کے لئے پردہ بنا کر بیٹھ گیا۔ ظلم کے مارے انسانوں پر کیا گذری؟ اس کی کسی کو کوئی پروا نہیں! فکر ہے تو اس بات کی کہ ان کو اپنی بساطِ سیاست کا مہرہ بنا کر کس طرح بازی جیتی جا سکتی ہے۔

مشرقی بنگال میں آفت رسیدہ اقلیت کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے وہاں کی حکومت اور اکثریت کے لیڈروں نے کیا کیا عملی اقدامات کئے؟ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں ہے اور ظاہر یہی ہے کہ کچھ نہیں ہوا اور اگر ہوا بھی تو وہ آٹے میں نمک کے برابر ہے، ہائے یہ اسلام کی رسوائی! البتہ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے تو اس میں شبہ نہیں کہ وزیرِ داخلہ گلزاری لال نندا اور وزیرِ اعلیٰ مغربی بنگال نے اس سلسلہ میں جو بیانات پارلیمنٹ میں اور اُس سے باہر دیئے ہیں وہ بہمہ وجوہ مستحقِ تحسین وستائش ہیں لیکن اس موضوع پر پارلیمنٹ میں مباحثہ کے موقع پر اکثریت کے نمائندوں نے جو کچھ کہا ہے وہ بحیثیتِ مجموعی ہرگز کسی جمہوریت کے شایانِ شان نہیں، ان تقریروں میں حقائق سے گریز، واقعات کی پردہ پوشی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مظلومیت کے ساتھ بے اعتنائی و سرد مہری کے جذبات کارفرما ہیں۔ وہاں کیا ہوا؟ سارا زور اسی پر ہے۔ لیکن یہاں کیا کچھ نہیں ہوا؟ اس کا ذکر اگر ہے بھی تو اس طرح کہ یہ سب مشرقی بنگال کا ردِ عمل تھا اور گویا کہ ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا، سیاست ہی جب کسی ایک انسان یا گروہ کے لئے سب سے بڑا محرک عمل بن جاتی اور رفتہ رفتہ اخلاقی حس بالکل ہی معدوم ہو جاتی ہے تو یہ دوسروں کے جلتے گھر پر ہاتھ تاپنے کا مشغلہ انسان اُسی وقت اختیار کرتا ہے اور دن کو رات اور رات کو دن غیر کو دوست اور دوست کو دشمن کہنا شروع کر دیتا ہے، لیکن یہ کھیل زیادہ دنوں تک نہیں کھیلا جا سکتا، آخر قدرت کا دستِ انتقام پردۂ غیب سے نکلتا ہے اور دل و دماغ کی تمام دسیسہ کاریوں کے تار و پود آن کے آن میں بکھیر کر رکھ دیتا ہے۔ ع "حذر! اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!"

دوستو! اگر تمہارا ضمیر مر نہ گیا ہوتا اور تمہارے پہلو میں گاندھی جی کا دل ہوتا تو مغربی بنگال میں جو کچھ ہوا ہے تم اُس پر تڑپ اُٹھتے اور تمہیں اس پر غیرت آتی کہ حسبِ سابق اس مرتبہ بھی یہی ہوا کہ مسلمان خود ہی لُٹے، مرے اور برباد ہوئے اور خود ہی اب آبادکاری کے لئے لاکھوں روپیہ کا چندہ کر رہے ہیں آج تم سیاست کو اپنا معبود بنا کر پوج رہے ہو اور اس کی خاطر تم نے اپنی ہر چیز، مذہب، اخلاق، روحانیت اور انسان نوازی، جو ہمیشہ تمہارے آبا و اجداد کا قابلِ فخر اثاثۂ حیات رہی ہے۔ تم نے یکسر بھلا دی۔

آہ۔ اے کاش تم سُن سکتے! آج بھی گاندھی جی کی سمادھی کا ہر ذرہ پکار پکار کر تمہیں یاد دلا رہا ہے کہ "زندہ رہنا چاہتے ہو تو جن بدنصیبوں پر زندگی کی وسعتیں خود تمہاری غفلت و نادانی کے ہاتھوں تنگ ہوتی جا رہی ہیں، ان کے درد کو اپنا درد اور ان کے غم کو اپنا ہی غم سمجھو! زندگی، سلامتی اور عافیت کا راستہ ایک اور صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے سچائی، روشن ضمیری، اور حق پروری"،

اس کے علاوہ ہر راہ پیتل ہے جس پر سونے کا ملمع چڑھا ہوا ہے، وہ سراب ہے آب نہیں، شیشہ ہے نگینہ نہیں، پارۂ سنگ ہے لعل و زمرد و ارژنگ نہیں! اب تمہیں فیصلہ کرنا ہے، اپنے لئے اور اپنی آئندہ نسلوں کے لئے بھی! کہ تمہیں کیا لینا ہے؟ سورج کی تمازت سے لبِ ساحل چند چمکتی ہوئی ٹھیکریاں یا کسی معدنِ گوہر و جواہر کی آغوش میں آسودہ کوئی لعلِ شب چراغ! شعر!

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

© rasailojaraid.com